باب۱۸۵

فتح مکہ، جاہلیت کی شکست

میں محمد ﷺ کے پاس گیا، بات کی تو واللہ! انہوں نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ پھر ابو قحافہ کے بیٹے (ابو بکرؓ) کے پاس گیا تو اس کے اندر (ہمارے لیے) کوئی خیر نہیں تھا، اس کے بعد عمر بن خطابؓ کے پاس گیا تو اُسے سب سے بڑا دشمن پایا۔ پھر علیؓ کے پاس گیا تو اُسے سب سے نرم پایا۔

ابو سفیان، سالار قریش (قبل از اسلام)، شعبان ۸ ہجری

باب ۱۸۵

فتح مکہ: جاہلیت کی شکست

ابراہیم علیہ السلام کا ورثہ اُس کے حق داروں کے پاس واپس

یورپ اور امریکا کی یونیورسٹیوں کے پروفیسرز اور مستشرقین (Orientalists) کے نزدیک بظاہر مدینے میں اسلام کی اشاعت اور پھر سیاسی اور معاشی حالات کے تناظر میں مدینے میں اوس و خزرج میں آپس کی اور یہود کے ساتھ آویزش سے محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی درجہ کمال کی دانش نے فائدہ اُٹھایا اور پھر تجارتی راستوں پر مدینے کی گرفت اور یہود کی آپس کی ناچاقیوں کے ساتھ اہلِ مکہ کی پیہم حماقتوں اور محمد بن عبداللہ (ﷺ) کے متبعین (Fans and followers) کی انتہائی عمدہ نظم وضبط، اطاعت و بہادری و جاں نثاری نے وہ اِعجازی[1] تاثیر و نتائج پیدا کیے جن کے نتیجے میں دنیا کی سیاسی، عسکری اور مذہبی تاریخ میں فتح مکہ جیسا معجزہ رونما ہوا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ تمام عناصر نے بلاشبہ اپنا کام دکھایا، لیکن اصل منصوبہ ساز اور کاری گر ایک ہی ذات ہے جس نے مکے کے پہاڑوں، عربستان کے ریگستانوں، مدینہ اور خیبر کے نخلستانوں کو بنایا، جس نے وہاں بسنے والے اُمّیوں کو ایک ایسی مربوط زبان (Structured language) عطا کی جس کے شہ پاروں کو ماہرین لسانیات اُن کی تخلیق کے ہزاروں برس بعد بننے والی گرامر کا اس شدت سے پابند پاتے ہیں کہ گویا گرامر پہلے بنی تھی... ...اور دنیا کی کوئی دوسری زبان دور دور اُس کا ہم پلہ نظر نہیں آتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس فتح مکہ کے لیے زمین و آسمان کے خالق نے صدیوں پہلے جغرافیائی، ماحولیاتی، لسانی، سیاسی، تمدنی، معاشی، معاشرتی عوامل کو ایک ایسے سانچے میں ڈھالا تھا، جس کی ترکیب سے فتح مکہ ہی کی تعمیر ہونی تھی! سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ

قارئین کو یاد ہو گا کہ نبی اکرم ﷺ کے پردادا (ہاشم) جب وفات پا گئے تو اُن کے مناصب عبدالمطّلب کو حاصل ہوئے۔ عبدالمطّلب نے اپنی قوم میں اس قدر شرف و اعزاز حاصل کیا کہ اُن کے آباواجداد میں کوئی اس مقام تک نہ پہنچ سکا تھا۔ قوم نے اُنھیں دل سے چاہا اور ان کی بڑی عزت و قدر کی۔ نوفل نے عبدالمطّلب کے صحن پر قبضہ کر لیا اور قریش کے لوگوں نے آپس کے جھگڑوں میں نہ پڑنا چاہا تو عبدالمطّلب نے یثرب میں اپنے

[1] وہ حیرت انگیز بات جو معجزہ سی معلوم ہو، کرشمہ

ماموں ابو سعد بن عدی کو لکھا جس پر وہ ۸۰ سواروں کو لے کر آیا اور حطیم میں بیٹھے نوفل سے ہاتھ میں برہنہ تلوار لے کر کہا کہ بھانجے کی زمین واپس کرو ورنہ یہ تلوار تمھارے جسم میں پیوست کر دوں گا، نوفل نے اُسی وقت زمین واپس کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہ واقعہ معمولی سا ہے لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہاں عبدالمطّلب کی یثرب کی ننھیالی رشتہ داری کام آئی، یہی بات چلتے چلتے نبی کریم ﷺ تک پہنچی اور جب مکہ والوں نے آپؐ کو دھتکارا اور قتل کا پروگرام بنایا تو اہل مدینہ نے آپؐ کی حفاظت کا وعدہ کیا اور آپؐ کو مدینہ بلایا تو اس میں ایک رشتے کا بھی احساس تھا، کہ اللہ کے رسولؐ کو اگر ددھیال کے شہر میں پناہ نہیں ملی تو کیا، اُس کے دادا کی ننھیال اپنی بانہیں وا کیے اُس کی منتظر تھی۔ وہ ذاتِ گرامیؐ ایک مرتبہ کم سنی میں دادا اور اپنی ماں کے ساتھ مدینے پہلے جا چکی تھی جس سفر کی واپسی میں ماں نے سفرِ آخرت اختیار کیا تھا! جب مکہ سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ مدینے پہنچے تو بنو نجار کی لڑکیوں نے جن گیتوں سے استقبال کیا اُن میں اِس ہی تعلق کا اظہار تھا۔ اللہ نے اپنے نبیؐ کے لیے جائے ہجرت کا انتظام اُس کی پیدائش سے بہت پہلے، دادا کی پیدائش سے بھی پہلے کر دیا تھا، جب ہاشم نے مدینے کی سلمیٰ [عبدالمطلب کی والدہ] سے شادی کرنا چاہی تھی۔ اللہ اکبر

❄❄❄❄

عبدالمطّلب کے ماموں ابو سعد بن عدی، نوفل کو سیدھا کر کے اور پھر اپنے بھانجے [رسول اللہ ﷺ کے دادا] کے یہاں مہمان رہ کر اور عمرہ ادا کر کے واپس یثرب چلے گئے مگر اس واقعے کے ردِّ عمل میں نوفل نے بنو شمس سے باہمی تعاون کا عہد و پیماں کر کے بنو ہاشم کے خلاف ایک محاذ قایم کیا۔ اس محاذ کے مقابلے میں بنو خزاعہ نے بنو ہاشم سے تعاون کا عہد و پیماں کر لیا۔ یہی پیمان تھا جو آگے چل کر صلح حدیبیہ میں ایک نئی شکل اختیار کر گیا، اور قریش کی جانب سے بنو خزاعہ پر زیادتی کے جرم میں رسول اللہ ﷺ کو مکہ پر حملہ کر کے حرم پر سے قریش کا تسلط ہٹانے کا ناقابلِ تردید جواز مل گیا۔ اس طرح زمین پر قبضے کا ایک معمولی واقعہ جو رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے بہت پہلے پیش آیا بعد میں آپؐ کے لیے نبوت کے تیرہویں برس 'ہجرت' کے لیے جگہ مہیا کرنے اور نبوت کے بائیسویں برس مکہ کو فتح کرنے کا سبب بن گیا۔ اللہ عزیز و حکیم ہے، اُس نے اپنے رسولؐ کو پوری مشئیت اور ضمانت کے ساتھ اس دنیا میں بھیجا تھا کہ وہ اس زمین پر جاہلیت کو مٹانے اور اللہ کی حاکمیت کو قایم کرنے کا ایک رول ماڈل بنا کر آئیں سو آپؐ سے اللہ نے یہ کام کروا کر دکھا دیا۔ اس کام کے لیے رب العالمین نے سینکڑوں برس قبل سے زمین کو ہموار کرنا شروع کر دیا تھا جس میں زم زم کے کنوئیں کا احیا، ابرہہ کی فوجوں کا برباد و نیست و نابود ہونا، اوس و خزرج کی خونی جنگوں کا برپا ہونا اور روم و ایران کی کشمکش میں ایران کا ناک رگڑنا شامل تھا، اِن میں سے

ہر واقعے نے نبی علیہ السلام کے قدم جمانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ (تفصیل کے لیے کتاب کی پہلی جلد کا مطالعہ فرمائیں)۔

❄❄❄❄

سارے حجاز سے آئی ہوئی دس ہزار کی فوج جب مدینے میں داخل ہوئے بغیر ہی بے نیل و مرام واپس ہو گئی اور بنو قریظہ کو غداری کی سزا میں اپنے سارے بالغ مردوں کے سر کٹوانے پڑ گئے، پھر ڈیڑھ ہزار کی مختصر سی مسلمان فوج نے یہود کے خیبر والے مرکز کو جڑ بنیاد سے اُکھاڑ پھینکا، پھر مسلمانوں کا تین ہزار کا لشکر رومی سلطنت میں گھس کر رومیوں کے ایک لاکھ کے لشکر میں یوں تباہی مچا کر واپس آیا کہ وقت کی نام نہاد سپر پاور کو اُس کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ پھر سوائے رومی مقبوضات کرک اور شامی سرحدی قبائل[۲] کے علاقوں میں، قیصرِ روم، ہرقل کے دربار سمیت تمام حکومتوں کے ایوانوں میں جیسی کچھ رسول اکرم ﷺ کے سفیروں کی پذیرائی ہوئی، اُس نے ایران و روم اور قریش سمیت سب کو دھلا کر رکھ دیا۔ ہر ایک اپنے سر کی آنکھوں سے محمد عربی ﷺ کے لشکر کو اپنے دروازوں پر دستک دیتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ لیکن سب سے زیادہ بے فکر اور چین سے مکہ کے قریش تھے، کیوں کہ اُنھوں نے دس برس کے لیے مدینے کی مسلم حکومت سے جنگ بندی کا معاہدہ کیا ہوا تھا اور دس برس کس نے دیکھے تھے وہ تو آس لگائے بیٹھے تھے کہ نئے نبیؐ کو قتل کرنے اور مدینے کو اجاڑنے کا جو کام ہم نہیں کر پائے، اگر ایرانی بھی نہ کر پائے تو اس عرصے میں رومی تو ضرور کر ہی دیں گے، ہمیں تو تیاری کی دس برس کی مہلت ملی ہے اور ابھی تو ایک ہی برس گزرا ہے۔

❄❄❄❄

زمین پر اللہ کی نشانی، اُس کا آخری نبیؐ ضعیف العمری کی حدود میں قدم رکھ چکا ہے، نبوت ملنے کے بعد بائیس سالہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اس سرگرمی اور سخت کوشی سے اُس نے رات کو سجدوں میں اور دن میں اونٹوں اور گھوڑوں کی پیٹھوں پر دشت و صحرا نَوَردِی میں گزارا ہے کہ ہڈیاں چیخ گئی ہیں، اب تو سجدوں کے بعد جلسہ استراحت کی حاجت پیش آگئی ہے۔ اس سے قبل کہ حرم کو مشرکین کے قبضے سے نکالا جا سکے، کیا اللہ اپنے نبیؐ کو اس دنیا سے یونہی دم آخر تک لا کے وفات دے گا؟ ہرگز نہیں اُس اللہ نے جس نے حدیبیہ میں معاہدے کے ذریعے مسلمانوں کے لیے حرم کے دروازے کھلوانے، یہود کی سلطنت کو فنا کے گھاٹ اتارنے اور رومیوں

---

۲ رومی مقبوضات کرک اور شامی سرحدی قبائل کے علاقوں میں رسول اللہ ﷺ کے سفیروں کو شہید کر دیا گیا تھا، اُس کے انتقام میں موتہ کی جنگ ہوئی اور پھر اس سلسلہ واقعات میں تبوک کی جنگ نے سلطنتِ روم کو اسلام کے آگے گھٹنے ٹیکنے کے تدریجی عمل پر گامزن کر دیا تھا۔ [تفصیلات دیکھیے: ابواب ۱۷۶ (سلاطین کو خطوط)، ۱۸۱ (جنگ موتہ) اور ۱۹۰ (غزوہ تبوک)]

پر لشکر کشی کا حوصلہ اور موقع عطا کیا تھا، وہی حیّ قیّوم اب قریش کے ہاتھوں ہی معاہدے کو شکستہ کروا کے دس سالہ جنگ بندی کی بندش کو ختم کرنے کا اہتمام کرنے جا رہا ہے، کوئی طاقت ہے جو خالق و مالک کا ہاتھ پکڑ سکے !

❄❄❄❄

سنہ ۸ ہجری تیزی سے گزر رہا ہے، اُس ﷺ کا محبوب ترین فرد، اُس کا منہ بولا بیٹا بھی اس دنیا سے جامِ شہادت پی کے جا چکا ہے۔ اُحد کے شہیدوں کی یاد تو اُسے، ویسے ہی ستاتی تھی، تین شہیدوں کی بیواؤں کا سہارا وہ بنا تھا۔ اُس کی نگاہیں حرم کعبہ کو مشرکین کے تسلط سے آزاد دیکھنے کے لیے بے چین تھیں۔ شعبان کا مہینہ آ گیا۔ اللہ اُسے وہ کچھ دکھاتا تھا جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ یعقوب علیہ السلام کا مثل بن کے گویا کہہ رہا ہو کہ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ [سُوْرَةُ يُوْسُف] اس بات کی گواہی امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا دیں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخری عشرے میں کسی روز عائشہؓ سے کہا کہ وہ آپؐ کا سامانِ سفر تیار کر دیں لیکن کسی کو پتہ نہ چلے۔ بیٹی کے پاس یارِ غار کا آنا جانا تو لگا ہی رہتا تھا، عائشہؓ کے پاس ابو بکرؓ تشریف لائے تو پوچھا: بیٹی ! یہ کیسی تیاری ہے؟ انہوں نے کہا: واللہ ! مجھے نہیں معلوم۔ ابو بکرؓ نے کہا: یہ بنو اَصفر (یعنی گوروں، رومیوں) سے جنگ کا وقت نہیں، پھر رسول اللہ ﷺ کا ارادہ کدھر کا ہے؟ عائشہؓ نے کہا: واللہ مجھے علم نہیں۔ اس بات کے ٹھیک تین دن بعد چالیس سواروں پر مشتمل بنو خزاعہ کا ایک گروہ علی الصباح عمرو بن سالم کی قیادت میں پہنچ گیا تو ابو بکرؓ کی سمجھ میں سارا معاملہ آ گیا، عمرو بہت ہی پر سوز انداز میں اپنی التجا کو نظم کر رہا تھا:

- یا رب إني ناشد محمدا حلفنا وحلف أبيه ألا تلدا

"اے رب ! میں محمدؐ کو ان کے عہد اور ان کے اجداد کے قدیم عہد ❄ کے واسطے سے پکار رہا ہوں

[❄ قدیم عہد جو بنو خزاعہ اور بنو ہاشم کے درمیان تھا۔ جس کی ایک نوع کی تجدید حدیبیہ میں ہوئی تھی]

- قد كنتم ولدا وكنا والدا ثمة أسلمنا ولم ننزع يدا

آپ لوگ ددھیال بنے اور ہم ننھیال ☼۔ پھر ہم نے سلامت روی اختیار کی جسے کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

[☼ اجدادِ نبی کریم ﷺ میں سے قصی کی بیوی حبی بنو خزاعہ سے تھیں، یوں پورا خاندانِ نبوت بنو خزاعہ کی اولاد ٹھہرا]

- فانصر هداك الله نصرا أيدا وادع عباد الله يأتوا مددا

آپ بھرپور حمایت کیجیے اللہ آپ کو ہدایت دے اور اللہ کے بندوں کو بُلائیے کہ وہ مدد کو آئیں۔

- فيهم رسول الله قد تجردا أبيض مثل البدر يسمو صعدا

جن کے درمیان رسول اللہ ہیں ہتھیار پوش، اور ماہِ کامل کی مانند تاب دار، حسین و جمیل

- إن سيم خسفا وجهه تربدا في فيلق كالبحر يجري مزبدا

توہین پر، جن کا چہرہ تمتما اٹھتا ہے۔ بپھری ہوئی سمندر کی موجوں کی مانند ایک لشکر لیے، چلے آئیے۔

- إن قريشاً أخلفوك الموعدا ونقضوا ميثاقك المؤكدا

یقیناً قریش نے آپؐ سے کیے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کی ہے اور آپ کی صلح (حدیبیہ) کا پیمان توڑ دیا ہے۔

- وجعلوا لي في كداء رصدا وزعموا أن لست أدعوا أحدا

انہوں نے میرے لیے کداء میں گھات لگائی اور یہ سمجھا کہ میں کسی کو (آپ کو مدد کے لیے) نہ پکار سکوں گا۔

- وهم أذل وأقل عددا هم بيتونا بالوتير هجدا

اور بڑے ہی ذلیل اور تعداد میں قلیل، وتیر پر شب کی تاریکی میں ہم پر حملہ آور ہوئے۔

- وقتلونا ركعاً وسجدا

اور ہمیں قتل کیا بحالتِ رکوع و سجود!

❄❄❄❄

صلح حدیبیہ کے معاہدے کی ایک دفعہ یہ تھی کہ جو کوئی محمد ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہونا (اتحادی بننا) چاہے داخل ہو سکتا ہے اور جو کوئی قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکتا ہے اور جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ شامل ہو گا اس فریق کا ایک حصہ سمجھا جائے گا۔ لہٰذا ایسا کوئی قبیلہ اگر کسی حملے یا زیادتی کا شکار ہو گا تو یہ خود اس فریق پر حملہ اور زیادتی تصور کی جائے گی۔

اس دفعہ کے تحت بنو خُزاعہ رسول اللہ ﷺ کے اتحادی بن گئے اور بنو بکر قریش کے۔ اس طرح دونوں قبیلے بظاہر ایک دوسرے سے بے خطر ہو گئے کہ آپس میں ذرا سی بھی مار کٹائی قریش اور مسلمانوں کو مدد پر لے آئے گی۔ لیکن چوں کہ ان دونوں قبیلوں میں زمانہ قدیم سے دشمنی چلی آ رہی تھی، نفس اُنھیں ایک دوسرے کو نُقصان پہنچانے پر اُکساتا تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بنو بکر ایک طرح فائدے میں تھے اس لیے کہ اُن کے اتحادی قریش اُس وقت بظاہر زیادہ طاقت ور اور زیادہ معزز، بااثر اور حرم کے متولی ہونے کے ساتھ اُن کے علاقے کے بالکل قریب آباد تھے جب کہ بنو خزاعہ کے اتحادی مسلمان مدینہ میں کچھ کم چار سو کلو میٹر دور تھے

اور وسائل اور عرب پر اپنے اثر ورسوخ کے لحاظ سے قریش کے ہم پلہ نہیں تھے۔ لیکن بیس، اکیس مہینوں میں شب و روز کی اُلٹ پھیر نے بساط بالکل اُلٹ دی تھی،

- قریش کے اِن جانی دشمنوں کا اگلے برس بلا روک ٹوک حرم میں آنے اور عمرہ ادا کرنے
- سرادرِ مشرکین ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ کے محمد ﷺ کے نکاح میں آجانے
- اگلے برس ناقابل تسخیر سمجھے جانے والے خیبر کی فتح اور مسلمانوں کے ہاتھوں یہود کی شرمناک شکست کے بعد
- یہود کے سرداروں کے سردار، حی بن اخطب کی بیٹی کے محمد ﷺ سے شادی کر لینے نے اور پھر
- وقت کی عظیم ترین قوت، سلطنت روم کی ایک لاکھ فوج کے مسلمانوں کے تین ہزار کے لشکر سے موتہ میں ذلت آمیز مقابلے نے
- روم سمیت قریب کی مملکتوں کے بیشتر سربراہوں کا مدینے کے سفیروں سے ادب واحترام سے ملنے اور عزت دینے نے
- اور اِن تمام عوامل کی وجہ سے بڑی تعداد میں قبائل کے مسلمان ہو جانے نے

اِن عوامل نے صورتِ حال یہ تشکیل دی تھی کہ اعزاز واکرام اور رعب داب میں مسلمانوں کو قریش پر بڑی برتری حاصل ہو گئی تھی۔ مسلمانوں کی حجاز میں تعداد اِن ڈیڑھ برسوں میں کم و بیش تین گنا ہو گئی تھی، لیکن بنو بکر اور قریش کو اِس تبدیلی کا صحیح ادراک نہیں تھا، وہ ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔

❄❄❄❄

غزوہ موتہ کے انجام نے قریش اور اطرافِ مکہ میں آباد مشرک قبائل کے ذہنوں میں بالکل خلافِ واقعہ ایک تاثر چھوڑا، چیزوں اور واقعات جن کی حقیقت لوگوں کے سامنے بالکل واضح نہ ہو اُس سے لوگ ایسے ہی معانی نکالتے ہیں جو اُن کے دل کو پسند ہوں اور وہ اُن کو واقع ہونا دیکھنا چاہتے ہوں۔ عراق اور شام کے قبائل مسلمانوں کی قلیل تعداد کو رومیوں کے اتنے بڑے لشکر سے مردانہ وار ٹکراتے اور اُن کو کھدیڑتے دیکھ کر، عش عش کر اُٹھے اور اُس دین کو قبول کرنے میں لگ گئے جس نے اِن کو اتنا بہادر بنا دیا تھا کہ رومی اُن سے اتنے خوف زدہ ہوئے کہ جب مسلمان اِن کو مار پیٹ کر واپس ہو رہے تھے تو ٹڈی دل کی مانند ایک لاکھ کی فوج نے پیچھا کرنے کی ہمت نہیں کی اور نہ ہی اپنی سرحدوں میں اِن گھس آنے والوں کو پکڑنے کی کوئی کوشش کی۔

اس کے برخلاف، اہلِ مکہ اور اُس کے حلیف بنو بکر نے یہ تاثر لیا کہ موتہ میں مسلمان رومیوں کے ہاتھوں پٹ پٹا کر اور ذلیل ورسوا ہو کر میدان سے جان بچا کر بھاگ آئے ہیں۔ مسلمانوں کی حزیمت ورسوائی کا تاثر اُن کے لیے بہت ہی تقویت بخش تھا، وہ آیندہ مستقبل قریب میں اس ہزیمت ورسوائی میں کچھ اور رَدّے لگانے کے درپے ہو گئے۔ قریش کے حلیف بنو بکر نے سوچا کہ مسلمان اتنی دور مدینے میں بیٹھے موتہ کے زخم چاٹ

رہے ہیں، ہمارا کیا بگاڑ لیں گے کیوں نہ اُن کے حلیف بنو خزاعہ سے اپنی پرانی دشمنی نکال لی جائے۔ایسا کرنے سے قبل اپنے سرپرست قریش سے مشورہ ضروری تھا کیوں کہ نتائج کا اُن پر اثر پڑنا تھا۔ عکرمہ اور صفوان جیسے کٹر دشمنان اسلام تو پہلے ہی اس معاہدے کے خلاف تھے،اس معاہدے کے تحت چند ماہ قبل عمرہ قضاء کے موقع پر مسلمانوں کا حرم میں داخلہ اُن کو بہت ہی ناگوار گزرا تھا۔اِن ناعاقبت اندیش قریشیوں کی جانب سے ہمت افزائی اور چوری چھپے امداد کا آسرا ملنے پر بنو بکر وہ حرکت کرنے پر آمادہ ہو گئے جس نے تاریخِ انسانی کا رخ موڑ دیا، جسے عمرو مسجدِ نبوی میں نظم کے انداز میں سنا رہا تھا۔

❄❄❄❄

یہ شعبان ۸ ہجری کا آخری عشرہ تھا، بنو خزاعہ 'وتیر' نامی ایک چشمے پر خیمہ زن ہوئے، رات تاریک تھی، بنو بکر نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ نوفل بن معاویہ دیلی نے بنو بکر کی ایک جماعت ساتھ لے کر بنو خزاعہ پر رات کی تاریکی میں شب خون مارا اور اُن کے متعدد افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا، تھوڑی بہت جھڑپ اور لڑائی بھی ہوئی۔ قریش نے اس حملے میں ہتھیاروں سے بنو بکر کی نہ صرف یہ کہ مدد کی بلکہ عکرمہ بن ابی جہل اور کچھ دیگر قریشی بھی رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر غارت گری میں شریک ہوئے بنو خزاعہ بھاگ کر حرم تک پہنچ گئے اور اُن کو اللہ کا واسطہ دیا کہ اے نوفل، اب تو ہم حرم میں داخل ہو گئے۔ تمہارا الٰہ ! ... تمہارا الٰہ ! ... طاقت اور انتقام کے نشے میں چور نوفل نے جواب میں کہا بنو بکر ! آج کوئی الٰہ نہیں، میری عمر کی قسم ! تم لوگ حرم میں چوری کرتے ہو تو کیا حرم میں ہم اپنا بدلہ نہیں لے سکتے۔ بنو خزاعہ نے بمشکل مکہ پہنچ کر وہاں مقیم بُدَیل بن وَرقاء خُزاعی اور اپنے ایک آزاد کردہ غلام رافع کے گھروں میں پناہ لی۔

صبح کو بُدَیل بن وَرقاء خُزاعی کے گھر سے عمرو بن سالم خزاعی نے نکل کر فوراً مدینہ کا رُخ کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا، اس وقت آپؐ مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے، وہ آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ عمرو بن سالم نے اپنی التجا اور اپنے درد کو شعروں کے قالب میں ادا کیا، جسے آپ اوپر پڑھ چکے ہیں، یہ سب سن کر، گویا آپؐ یہ سننے کے منتظر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو بن سالم ! تیری مدد (یقیناً کی جائے گی، تو سمجھ کہ) کی گئی۔ اس کے بعد آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا دکھائی دیا تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اِس بادل سے بنو کعب کی نصرت کی بشارت ٹپک رہی ہے ! اس کے بعد بُدَیل بن ورقاء خُزاعی کی سرکردگی میں بنو خزاعہ کی ایک اور جماعت مدینہ آئی اور رسول اللہ ﷺ کو بتلایا کہ کون سے لوگ

مارے گئے اور کس طرح قریش نے بنو بکر کی پشتیبانی کی۔ اس کے بعد یہ لوگ مکہ واپس چلے گئے۔

❄❄❄❄

مدینے میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ گویا (اللہ مجھے دکھا رہا ہے) میں ابو سفیان کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ عہد کو پھر سے پختہ کرنے اور مدتِ صلح کو بڑھانے کے لیے (ہماری گلیوں میں) آگیا ہے، آپؐ جان گئے تھے کہ قریش اپنی اس عہد شکنی کے بعد اب کیا کرنے والے ہیں۔ اور یقیناً آپؐ کو معلوم تھا کہ کیا کرنا ہے، کیا اذنِ الٰہی ہے! رسول اللہ ﷺ نے کوچ کی تیاری کا حکم دیتے ہوئے بغیر کسی اخفاء کے بالوضاحت بتلایا کہ مکہ چلنا ہے اور ساتھ ہی یہ دعا فرمائی **اللّٰھم خذ العیون والخبار عن قریش حتی نبغتھا فی بلدھا یعنی:** اے اللہ! اطلاعات ومشاہدات اور خبروں (کے حقیقی ادراک) کو قریش سے روک جب تک ہم ان کے علاقے میں ان کو اچانک جا نہیں لیتے۔

رسول اللہ ﷺ کی دعا اس طور قبول ہوئی کہ وہ سب کچھ سن کر بھی اور جان کر بھی انجانی اور مدہوشی اور قطعی غیر فعالیت کی حالت میں رہے گویا کچھ سنا ہی نہیں اور کچھ جانا ہی نہیں، اُن کی مثال اُس شتر مرغ کی سی ہو گئی جو صحرائی آندھی کے خوف سے آنکھیں بند کر لے اور چونچ ریت میں دبا لے۔ قریش یہ جان کر بھی کہ مسلمانوں کا لشکر آرہا ہے، اُس سے لڑنے کی کوئی تیاری نہیں کر سکے، عمرہ قضاء میں مسلمانوں کی شان، اُن کی طاقت و قوت کے ساتھ اُن کی عاجزی وانکساری، اور اخلاق عالیہ کو دیکھ کر بیش تر آبادی کے دل پہلے ہی اسلام کی طرف مائل ہو چکے تھے۔ چیدہ چیدہ قریشی نوجوان لیڈروں خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عثمان بن طلحہ، معاویہ بن ابی سفیان اور جبیر بن مطعم کے ایمان لانے نے قریش کو یہ سمجھا دیا تھا کہ جزیرۃ العرب میں اب صرف اور صرف اسلام ہی کا مستقبل ہے۔ روم کے دربار میں ابو سفیان کے ساتھ جو کچھ ہرقل کا مکالمہ ہوا اُس میں ابو سفیان نے مجموعی طور پر اسلام کے حق میں باتیں کہیں اور اُس مکالمے کے بعد کہا کہ ابو کبشہ (محمد ﷺ) کی بات بہت آگے نکل گئی اُس سے تو گوروں (رومیوں) کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے اور ایک دن وہ یہاں ہوں گے جہاں میں بیٹھا ہوں۔ رسول اللہ کے مکہ میں داخلے سے قبل ہی ابو سفیان، سالارِ قریش کے ایمان لے آنے نے سارے مکے کے باشندوں کے قلوب اسلام کے لیے نرم کر دیے اور جھکا دیے، یہاں تک کہ اُس کی بیوی ہندہ اور قاتل حمزہؓ، وحشی بھی ایمان سے سرافراز ہو گیا۔

یقیناً کچھ جنگ باز تھے جو پہلے بھی صلح حدیبیہ کے خلاف تھے کہ وہ نہ اِس برس نہ اگلے سال، کبھی بھی

مسلمانوں کو مکہ میں قدم رکھنے کی اجازت دینے کے قائل ہی نہیں تھے۔ اِن میں صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل، خالد بن ولید اور عمرو بن العاص شامل تھے۔ موخر الذکر دو (۲) تو ایمان لے آئے تھے مگر صفوان، عکرمہ اور سہیل (صلح حدیبیہ میں قریش کا نمائندہ، ام المومنین سودہؓ کا جیٹھ) کسی طور مسلمانوں کی مکہ میں شکل دیکھنے کے لیے تیار نہیں تھے، انھوں نے کچھ اوباشوں کے ساتھ مزاحمت کی کوشش کی مگر منہ کی کھائی اور منٹوں میں اِن کے بارہ آدمی خندمہ میں موت کے گھاٹ اتر گئے اور مزاحمت کا ملاًّ رفع ہو گئی اور اللہ کی توفیق سے تینوں ایمان لائے جس کا تذکرہ ان شاءاللہ آگے آئے گا۔

❄❄❄❄

عمرو بن سالم کے مدینہ روانہ ہونے سے قبل ہی قریش کو اپنی ناقابل معافی بدعہدی کا احساس ہو گیا اور انھوں نے اپنے تصور میں اس طرح گویا کہ سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں محمد عربی ﷺ کو مکے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ غزوہ موتہ کے انجام سے جو غلط نتائج اُنھوں نے اپنے عالمِ ضعیفی و نکبت میں اخذ کیے تھے سب کافور ہو گئے ٹھوس زمینی حقائق اُن کے سامنے آ گئے، انھوں نے چشمِ تصور میں مسلمانوں کو حرم میں داخل ہوتے ہوئے اور اپنے آپ کو اُن کے سامنے دست بستہ کھڑے دیکھ لیا، کیوں نا دیکھتے، جانے سے ایک برس قبل محمد عربی ﷺ انھیں سُوْرَۃُ یُوْسُف سُنا کر گیا تھا کہ سن لو ایک دن تم برادرانِ یوسف کے مانند میرے سامنے دست بستہ معافی کے خواستگار کھڑے ہو گے، اُس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا نہ ہی اُس کی بات کبھی جھوٹی ثابت ہوئی تھی، سُوْرَۃُ الرُّوْم کے نزول پر قریش نے ابو بکرؓ سے شرط لگائی تھی نہ تم کبھی ہم کو زیر کر سکو گے اور نہ کبھی ایرانی مشرکوں کو، اہلِ کتاب رومی زیر کر سکیں گے اور پھر جس دن میدانِ بدر میں مشرکین کے سرداروں کے سر مسلمان گاجر مولی مانند کاٹ رہے تھے اُن ہی دنوں رومی عیسیٰؑ کے ماننے والے ایرانی آتش پرستوں کو نیست و نابود کر رہے تھے۔ قریشی شرط ہار گئے تھے اور شرط کے اونٹ دیے تھے۔ اب سُوْرَۃُ یُوْسُف کی تمثیل کے پورے ہونے کا اُنھیں یقین آ گیا، مگر دست بستہ حاضری کے لیے اُنھوں نے کوئی اسپیشل کپڑے نہیں سلوائے!

اہلِ مکہ اپنے خیالوں میں غلطاں رہے، یقیناً سوچ رہے ہوں گے کہ آٹھ برس پہلے، جانے والا (ﷺ) اُن کی ناقدری سے مجبور ہو کے مکہ سے نکلتے ہوئے کس دیانت داری سے اپنے قتل کے درپے لوگوں کی امانتوں کو واپس کرنے کا اہتمام کر کے گیا تھا، اُن کے دلوں نے گواہی دی وہ صادق و امین واپس بھی وقار اور سلیقے ہی سے آئے گا، پچھلے برس جب وہ عمرہ قضا کے لیے آیا تھا تو نہ اُس نے اور نہ ہی اُس کے ساتھیوں نے اپنے چھوڑے

ہوئے مکانات پر نگاہِ غلط انداز ڈالی تھی۔ رسالت کی صداقت پر دل گواہی دے رہے تھے اور اسلام اُن کے اذہان کو متوجہ کر رہا تھا۔ وہ خود اپنے آپ سے سوالی تھے کہ بدر، احد اور خندق کی تین جنگوں میں اُنھیں کیا ملا تھا؟ کس طرح کعبے کے رب نے اُسؐ کی غیب سے ایسی مدد کی تھی جو کسی کے وہم و گمان میں نہ تھی، اُن کے جھوٹے مردہ خدا جن کی مورتوں کو وہ پوجتے تھے نہ خود مدد کے لیے آئے اور نہ ہی اللہ سے سفارش کر کے اس نئے دین کا ستیاناس کر سکے، جس کے لیے وہ کعبہ کا پردہ پکڑ پکڑ کر دعائیں مانگتے رہے، غیر اللہ کے آگے اُن کی ساری نذر و نیاز اکارت گئی۔ یہ سب کچھ اُن کے سامنے تھا، محمد بن عبداللہ (ﷺ) سے اُنھیں کسی زیادتی کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ لیکن سرداروں میں ابھی کچھ سر پھرے باقی تھے جو محمد (ﷺ) کو کسی قیمت پر حرم کا قبضہ دینے کے لیے تیار نہیں تھے، وہ مرنا اور جلا وطن ہو جانا اس سے بہتر سمجھتے تھے کہ وہ اپنی آنکھوں سے مکہ پر محمد (ﷺ) کا قبضہ دیکھیں اور جس کو نکالا تھا اُسے دوبارہ اپنے شہر کی گلیوں میں چلتا پھرتا دیکھیں۔ ایسا سوچنے والے سرداروں میں سہیل بن عمرو، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ شامل تھے۔ یہی ناعاقبت اندیش تھے جنھوں نے بنو خزاعہ کو کچلنے میں بنو بکر کا ساتھ دے کر جنگ بندی کے معاہدے کو تار تار کر دیا تھا اور ابھی اگر محمد (ﷺ) کی فوج چڑھ آتی ہے تو اِن کے بس کی بات نہیں کہ چند گھنٹے بھی اُس کا مقابلہ کر سکیں۔ کوئی ہے جو اِس معاہدے کو ٹوٹنے سے بچالے؟ سر پر لٹکی سقوط مکہ کی تلوار کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مجلس مشاورت منعقد ہوئی جس میں طے کیا گیا کہ وہ اپنے سپہ سالار ابو سفیان کو اپنا نمائندہ بنا کر تجدیدِ صلح کے لیے مدینہ روانہ کریں۔

❄❄❄❄

طے شدہ قرارداد کے مطابق ابو سفیان مدینے کی جانب منزلیں مارتا ہوا جا رہا تھا۔ تیرہ برس قبل اُس کی لختِ جگر (اُم المومنین امِ حبیبہ بنت ابو سفیان) اسلام قبول کر کے حبشہ چلی گئی تھی اور اب وہ سرکارِ مدینہ کے گھر کی رونق ہے، دل بیٹی سے ملاقات کے لیے بھی بے تاب تھا، لیکن سالارِ قریش فہم و دانش سے اتنا عاری بھی نہیں تھا کہ اُسے سب ہرا ہی ہرا نظر آتا، اُسے اپنی کامیابی کا جتنا امکان نظر آ رہا تھا عقل اُس سے کہیں زیادہ ناکامی کا یقین دلاتی تھی، کیا روم کو آنکھیں دکھانے والے مسلمانوں کے پاس اپنے قبلہ کو حاصل کرنے کا اس سے بہتر کوئی اور موقع ہو گا جو وہ جنگ بندی کے لیے آمادہ ہو جائیں گے، بس ایک موہوم سی زندگی کی امید جو عالمِ نزع میں کسی مرنے والے کے سرہانے کھڑے اُس کے عزیز و اقارب کو اُس کے صحت یاب ہو جانے کی ہوتی ہے، ایک اُس

سے بھی گئی گزری امید کو لیے وہ مدینے کی جانب جارہا تھا۔

عُسفان پہنچا تو وہاں بُدَیل بن ورقاء خُزاعی سے ملاقات ہوگئی، وہ نبی ﷺ سے ملاقات کر کے مدینہ سے واپس آرہا تھا۔ ابوسفیان کا ماتھا ٹھنکا کہ یہ ضرور نبی ﷺ کے پاس سے شکایت لگا کر آرہا ہے۔ دل میں ابوسفیان ڈر ہی گیا ہوگا کہ نہ جانے مدینے خیریت سے پہنچ بھی پاؤں گا یا راستے ہی میں مکہ کو پامال کرنے جانے والی محمد (ﷺ) کی فوجوں کے قدموں تلے مارا جاؤں گا۔ پوچھا: بُدیل! کہاں سے آرہے ہو؟ بُدیل نے کہا: میں خزاعہ کے ہمراہ وادی میں گیا ہوا تھا۔ پوچھا: کیا تم محمد ﷺ کے پاس نہیں گئے تھے؟ بُدیل نے کہا: نہیں۔ مگر جب بدیل مکہ کی جانب روانہ ہوگیا تو ابوسفیان اس جگہ گیا جہاں بُدیل نے اپنے اونٹ کو بٹھایا تھا اور اس کی مینگنی لے کر توڑی تو اس میں کھجور کی گٹھلی نظر آئی۔ ابوسفیان نے کہا: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بُدیل، محمد ﷺ کے پاس گیا تھا، وہاں اُس نے اپنے اونٹ کو گٹھلی کا چارہ کھلایا ہوگا جو اِس میں نظر آرہا ہے، جھوٹا کہیں کا! مشرکین قریش کے سردار کے یقیناً پسینے چھوٹ گئے ہوں گے، وہ جان گیا ہوگا کہ دیر ہوگئی، ہم سے پہلے بدعہدی کی شکایت لگائی جاچکی ہے، معاہدے کی تجدید و توسیع تو اب بڑی مشکل ہوگی۔ مکہ کی اتنی بااثر شخصیت اگر مکہ کے خلاف بلکہ صحیح الفاظ میں سرداران قریش کی حرکتوں کے خلاف اُن کے دشمن سے گفت وشنید کر کے آرہی ہے تو پھر معاملہ تو بگڑ ہی گیا! اُس نے ضرور کہا ہوگا ناس جائے عمرو بن ہشام (ابوجہل) کا جس نے میری بات نہیں مانی تھی اور بدر کی جانب بڑھتا ہی رہا اور وہاں سے جو رسوائی شروع ہوئی وہ ہمیں لپیٹتی ہی جارہی ہے، اب اُس کا بیٹا عکرمہ ہے جس نے بھیس بدل کر بنو بکر کے ساتھ خزاعہ کا کشت وخون کر کے اپنے پیٹ کو تو ٹھنڈا کر لیا مگر قریش کا بیڑہ غرق ہوگیا۔ انھی خیالات میں غلطاں وہ مدینے کی جانب جارہا ہوگا۔

بہرحال ابوسفیان مدینہ پہنچا اور اپنی صاحبزادی ام المومنین ام حبیبہؓ کے گھر گیا۔ جب بیٹی کے حجرے میں گیا تو سامنے لگے بستر پر جونہی بیٹھنا چاہا تو بیٹی نے جھپٹ کر بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا: بیٹی! کیا تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا؟ انہوں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور آپ مشرک ہیں۔ ابوسفیان کہنے لگا: اللہ کی قسم! میرے بعد تمہیں شر پہنچ گیا ہے۔

پھر ابوسفیان وہاں سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور آپؐ سے گفتگو کی۔ آپؐ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کریں۔ انہوں نے کہا: میں ایسا نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد وہ عمر بن خطابؓ کے پاس گیا اور ان سے بات کی۔ انہوں نے کہا: میں

اور تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ سے سفارش ! واللہ، اگر مجھے لکڑی کے ٹکڑے کے سوا کچھ دستیاب نہ ہو تو میں اسی کے ذریعے تم لوگوں سے جہاد کروں گا۔ اس کے بعد وہ علی بن ابی طالبؓ کے پاس پہنچا۔ ابوسفیان نے کہا: اے علیؓ ! میرے ساتھ تمہارا سب سے گہرا نسبی تعلق ہے۔ میں ایک ضرورت سے آیا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ جس طرح میں نامراد آیا اسی طرح نامراد واپس جاؤں۔ تم میرے لیے محمد ﷺ سے سفارش کردو۔ علیؓ نے کہا: ابو سفیان ! تجھ پر افسوس، رسول اللہ ﷺ نے ایک بات کا (مکہ پر چڑھائی کا) عزم کر لیا ہے۔ ہم اس بارے میں آپؐ سے کوئی بات نہیں کر سکتے۔

ابوسفیان نے علی بن ابی طالبؓ سے ناامیدی کی حالت میں کہا کہ ابوالحسن ! میں دیکھتا ہوں کہ معاملات سنگین ہو گئے ہیں، لہٰذا مجھے کوئی راستہ بتاؤ، علیؓ نے کہا: اللہ کی قسم ! میں تمہارے لیے کوئی کارآمد چیز نہیں جانتا۔ البتہ تم قریش کے سردار ہو، لہٰذا کھڑے ہو کر لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کردو۔ اس کے بعد اپنی سرزمین میں واپس چلے جاؤ۔ ابوسفیان نے کہا: کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ میرے لیے کچھ کارآمد ہوگا۔ علیؓ نے کہا: نہیں اللہ کی قسم ! میں اسے کارآمد تو نہیں سمجھتا، لیکن اس کے علاوہ کوئی صورت بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کے بعد ابوسفیان نے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ لوگو ! میں لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کر رہا ہوں، صلح قایم ہے، پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ چلا گیا۔ محمد عربی ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو لوگوں کی بے عزتی نہیں سکھائی تھی اور نہ ہی قہقہے مار کر ہنسنا سکھایا تھا، بات آئی گئی ہو گئی، سب کے دل اُس گھڑی کے لیے تڑپ رہے تھے جب رسول اللہ ﷺ مکہ کی جانب کوچ کا اعلان کریں گے۔

مکہ کی جانب جاتے ہوئے ابوسفیان باوجودیکہ بیٹی کے طرزِ عمل سے رنجیدہ رہا ہو گا، لیکن یقیناً سوچ رہا ہو گا کہ محمد (ﷺ) کے دین میں کیا ایسی خوبی ہے کہ اُس کا ہر ماننے والا اُسے دل و جان سے چاہتا ہے، کیا پورے عرب میں کوئی ایسی بیٹی ہو گی جو اپنے شوہر کو اپنے باپ سے زیادہ اتنا زیادہ پاکیزہ سمجھے کہ بستر کو اُلٹ دے ؟؟ وہ ملک شام میں شاہی دربار میں پہلے ہی محمد عربی ﷺ کی صداقت کے حق میں ہرقل کی تقریر سے بڑا متاثر تھا، ہرقل نے جتنے بھی دلائل نبی ﷺ کی صداقت کے دیے تھے وہ ابوسفیان کے دیے ہوئے جوابوں کا تجزیہ کر کے دیے تھے اور اپنے جوابوں کی صداقت سے زیادہ کوئی صداقت وہ جانتا بھی نہیں تھا کہ کہنا اُس کا یہ تھا کہ مکہ کے جو باقی لوگ سامنے موجود ہیں وہ اُسے غلط بات کہنے پر جھٹلا دیتے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ اور علیؓ سارے کے سارے قریشی، کسی نے محمد (ﷺ) سے وفاداری میں سردار قریش کو کوئی اہمیت نہ دی، یقیناً، شاید اُسے راستے

ہی سے پلٹ کر دربارِ رسالت میں آکر اپنے آپ کو دامن نبیؐ میں گرادینا چاہیے تھا لیکن وہ ایک قوم کا نمائندہ بن کر گیا تھا، یہ اُس کی ذمہ داری تھی کہ اُن کو جواب دے اُس نے بالیقین اِسی راستے میں اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہوگا اور یہی سوچا ہوگا کہ جنھوں نے مجھے مدینہ گفت وشنید کے لیے بھیجا تھا اُن تک بات پہنچا کر اپنی ذمہ داری ادا کردوں اور جلد پلٹ کر رسول اللہ ﷺ کے مکہ کو فتح کرنے کے لیے آنے والے قافلے میں ایک ادنیٰ غلام بن کر شامل ہو جاؤں، جبھی ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں کا لشکر ابھی مکہ میں پہنچا ہی نہیں تھا ابوسفیان نے دامنِ رسالت میں آکر پناہ لے لی تھی، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔[حقیقت یہ ہے کہ مدینے سے مسلمانوں کا لشکر نکلنے سے قبل ہی مکہ فتح ہو چکا تھا، یہی اللہ کا حکم تھا اور اُس کی تدبیر تھی!]

❄❄❄❄

ابوسفیان قریش کے پاس پہنچا تو وہ پوچھنے لگے کیا کر کے آئے ہو؟ ابوسفیان نے کہا: میں محمد ﷺ کے پاس گیا، بات کی تو واللہ! انہوں نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ پھر ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکرؓ) کے پاس گیا تو اس کے اندر (ہمارے لیے) کوئی خیر نہیں تھا، اس کے بعد عمر بن خطابؓ کے پاس گیا تو اُسے سب سے بڑا دشمن پایا۔ پھر علیؓ کے پاس گیا تو اُسے سب سے نرم پایا اس نے مجھے ایک اچھی تجویز دی اور میں نے اس پر عمل بھی کیا۔ لیکن پتہ نہیں وہ فائدہ مند بھی ہوگی یا نہیں؟ لوگوں نے پوچھا: وہ کیا تھی؟ ابوسفیان نے کہا: وہ یہ تھی کہ میں لوگوں کے درمیان صلح کے برقرار رہنے کا اعلان کردوں۔ اور میں نے ایسا ہی اعلان کر دیا کہ صلح قایم ہے۔ قریش نے پوچھا تو کیا محمد (ﷺ) نے اِس بات کو مان لیا؟ ابوسفیان نے کہا کہ مجھے کیا معلوم؟ میں تو کہہ کر آگیا! لوگوں نے کہا: تیرا ستیاناس ہو! اس شخص (علیؓ بن ابی طالب) نے تیرے ساتھ اچھا مذاق کیا۔ ابوسفیان نے کہا واللہ اس کے علاوہ (عزت سے واپسی کی) کوئی صورت نہ بن سکی۔ سب کو یقین آگیا کہ ابوطالب کے بھتیجے، محمدؐ بن عبداللہ مطلّبی وہاشمی کو اب حرم کعبہ کو قریش سے چھین لینے سے کوئی نہیں روک سکتا اور وہ مطمئن بھی تھے کہ شریف ابن شریف سے اُنھیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ اُس کی بادشاہی اُن کی اپنی، اور قریش ہی کی بادشاہی تھی، یہ وہی بات تھی جو رسول کریم ﷺ نے ابوطالب کے سامنے اپنی نبوت کے ابتدائی ایام میں سردارانِ قریش کو بہت سمجھائی تھی، مگر شامتِ اعمال، آج سمجھ میں آنے والی بات بیس سال قبل کیسے سمجھ میں آتی!

❄❄❄❄

یہ وہ موقع تھا جب حاطب ابی بلتعہؓ نے قریش کو ایک رقعہ لکھ کر یہ اطلاع بھیجی کہ رسول اللہ ﷺ حملہ

کرنے والے ہیں۔ انہوں نے یہ رقعہ ایک عورت کو دیا تھا۔ اور اسے راز داری کے ساتھ قریش تک پہنچانے پر معاوضہ دینے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ اس واقعے کا پچھلے باب ۱۸۳ میں مناسب تفصیل سے ذکر آچکا ہے۔

❄❄❄❄

۱۰ رمضان المبارک ۸ ھ کو رسول اللہ ﷺ نے حرم بیت اللہ کو مشرکین کے قبضے سے واگذار کرانے کے لیے مدینہ سے نکلے یہ کوئی خفیہ کاروائی نہیں تھی جس کا قریش کو کوئی علم نہ ہو یا نہ ہو سکتا ہو۔ ہر وہ آدمی جسے کچھ بھی عقل و فہم ہو یہ جان سکتا تھا کہ مسلمانوں کو اب موقع ہے کہ حرم پر قبضہ کر لیں۔ ابو سفیان، مشرکین مکہ کا سردار، جو اونٹ کی مینگنیاں توڑ کر اندازہ کر لیتا تھا کہ اونٹ کس علاقے کا چارہ کھا کر آرہا ہے اتنا کم فہم نہیں تھا کہ مدینے سے واپسی کے بعد اندازہ نہ کر سکے کہ مسلمان اس بد عہدی کے انتقام میں مکہ پر فوج کشی نہیں کریں گے، اگر اُنھیں معاملے کو رفع دفع کر کے بنو خزاعہ کے مقتولین کی دیت پر راضی ہونا ہوتا تو رسول اکرمؐ اپنے سسر (ابو سفیان) کو یوں نامراد مدینے سے واپس نہ کرتے۔ کسی قسم کی بات چیت سے نبی اکرم ﷺ کے انکار کے بعد ایک کم عقل سے کم عقل قریشی بھی جان سکتا تھا کہ مکہ میں واقع بیت اللہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے والے اب چوں کہ حرم کعبہ کو اپنی تحویل میں لینے کے قابل ہو چکے ہیں کیوں مکے کو اُن سے نہیں چھینیں گے، رومیوں کے مقابلے پر جانے والے، خیبر کو فتح کرنے والے اور ابراہیم علیہ السلام کی وراثت و نیابت کے دعویٰ کرنے والے کی راہ میں، حرم پر قبضے کی راہ میں اب اگر کوئی رکاوٹ تھی تو صرف حدیبیہ کا دس سالہ معاہدہ جنگ بندی تھا جس کی مدت پوری ہونے میں نو برس باقی تھے اور جسے قریش نے خود اپنے ہاتھوں توڑ دیا تھا، جس قیمتی لمحے کا کو وہ اور اُس کے ساتھی انتظار کر رہے تھے، وہ لمحہ سامنے آگیا تھا، یہ اس لمحے کا انتظار ہی تو تھا کہ محمد عربی ﷺ نے سالارِ قریش کو منہ لگانا ہی مناسب نہ جانا۔ یہی روّیہ صدّیقِ اکبرؓ کا تھا، اِن دونوں حضرات گرامی نے تو اپنی خاموشی سے بتا دیا تھا کہ بات چیت کے دروازے اب بند ہو چکے ہیں فیصلہ کسی اور طریقے سے ہو گا، جب وہ عمر بن الخطاب کے پاس پہنچا تو اُسے معلوم ہو گیا کہ مسلمان اب حرم کو مشرکین کے پاس نہیں رہنے دیں گے۔ جب عمر بن خطابؓ سے ابو سفیان نے کہا کہ تم رسول اللہ سے سفارش کر دو کہ وہ میری سن لیں تو انہوں نے کہا: بھلا میں تم لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کروں گا، اللہ کی قسم! اگر مجھے لکڑی کے ٹکڑے کے سوا کچھ دستیاب نہ ہو تو میں اسی کے ذریعے تم لوگوں سے جہاد کروں گا!

❄❄❄❄

۱۰ رمضان المبارک ۸ ھ کو رسول اللہ ﷺ نے حرم بیت اللہ کو مشرکین کے قبضے سے واگذار کرنے کے

لیے مدینہ کو چھوڑا، ازواج کی قرعہ اندازی میں اس مرتبہ بھی امِ سلمہؓ ہی کا نام نکلا جو صلح حدیبیہ والے سفر میں بھی ساتھ تھیں، زہے قسمت! مہاجرین وانصار کے علاوہ اس میں بنو سلیم، بنو مزینہ اور بنو غطفان کے جم غفیر اور اُن کے علاوہ نزدیکی علاقوں کے ہزاروں لوگ شامل تھے۔ مدینے سے نکلتے وقت یہ لشکر ساڑھے سات ہزار نفوس پر مشتمل تھا۔ سات روز کے سفر میں جس میں دور و نزدیک بسنے والے تمام مسلمانوں کو شرکت کی ہدایت کی گئی تھی اور تمام مقامات کے لوگوں کو اندازہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا لشکر کس شیڈول کے مطابق اُن کے قریبی شمولیت کے علاقے سے گزرے گا، وہ متعین ٹائم ٹیبل کے مطابق اس میں شامل ہوتے چلے گئے اور لشکر کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔

❄❄❄❄

جب سے مکے میں چرچا ہوا کہ مدینے سے ایک لشکر مکہ پر چڑھائی کے لیے آرہا ہے بنو بکر کا ایک آدمی حماس بن قیس مسلمانوں سے جنگ کے لیے ہتھیاروں کو ٹھیک کرتا رہتا تھا۔ جس پر ایک روز اس کی بیوی نے ہر وقت کی ٹھوکا ٹھاکی سے تنگ آکر کہا: یہ آخر کہاں کی تیاری ہے جو میں دیکھ رہی ہوں؟ اس نے کہا: محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں سے مقابلے کی تیاری ہے۔ اس پر بیوی نے وہی کہا جو اُن دنوں مکے میں ہر مرد و عورت کی زبان پر تھا کہ اللہ کی قسم! محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کے مقابل کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی۔ شوہر نامدار بولے: واللہ! مجھے امید ہے کہ میں اُنؐ کے بعض ساتھیوں کو گرفتار کر کے تمہارا غلام بنالاؤں گا۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا:

إن يقبلوا اليوم فما لي علة..... هذا سلاح كامل وألة..... وذو غرارين سريع السلة

"اگر وہ آج مدمقابل آگئے تو میرے لیے کوئی عذر نہ ہوگا (کہ لڑ کر اُنھیں مار نہ بھگاؤں)۔ یہ مکمل ہتھیار، دراز اَنی والا نیزہ اور جھٹ سونتی جانے والی دو دھاری تلوار ہے"

❄❄❄❄

ادھر یہ لشکرِ اسلام منزلیں مارتا ہوا بڑھ رہا تھا اُدھر اہلِ مکہ اسلام قبول کرنے کے لیے اپنے دلوں میں ایک ہلچل محسوس کر رہے تھے، بنو ہاشم نے یہ فیصلہ کیا کہ اب تو اُنھیں آگے بڑھ کر اسلام قبول کر ہی لینا چاہیے۔ عباس بن عبدالمطلب اپنے سارے خانوادے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ ہوئے رابغ کے مقام پر لشکر کو پالیا اور شرفِ قبولیتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ کچھ مزید آگے بڑھنے پر اَبواء کے مقام پر آپ ﷺ کے چچیرے بھائی ابوسفیان بن حارث اور پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن اُمیہ اسلام قبول کرنے کے لیے آملے۔ عبداللہ، اُمُّ المومنین اُمِ سلمہ کا سگا بھائی بھی تھا، جو آپؐ کے ہمراہ لشکر میں شامل تھیں۔ آپؐ نے ان دونوں

کو دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ کیونکہ اِن دونوں نے فرسٹ کزن ہونے کے باوجود آپؐ کی مکی زندگی میں دعوت کے دوران آپؐ کا شدید دل دکھایا تھا اور آپؐ کا مذاق اُڑانے، توہین کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، آپؐ کی ہجو کیا کرتے (اشعار میں ذلیل وحقیر کرنا) تھے۔ یہ معاملہ دیکھ کر اُمّ سلمہؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ، ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ آپؐ کے چچیرے اور پھوپھی زاد بھائی ہی آپؐ کے یہاں سب سے زیادہ نامراد ہوں اور عبداللہ کے ساتھ تو آپؐ کا دہرا رشتہ بھی ہے کہ وہ میرا بھائی بھی ہے۔

شناسائے مزاج نبی ﷺ، علیؓ نے ابن حارث کو سکھایا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے جاؤ، اور سورہ یوسف کی یہ آیہ تلاوت کرو: تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِن كُنَّا لَخَاطِئِينَ (۱۲:۹۱) "اللہ کی قسم اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی اور یقینا ہم خطاکار تھے۔ ابنِ حارث نے یہی کیا اور جواب میں بے ساختہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (۱۲:۹۲) "آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ تمہیں بخش دے اور وہ ارحم الراحمین ہے۔" اس پر ابن حارث نے اپنی ہدایت یابی پر چند شعر کہے۔ جن میں سے چند مصرعے یہ تھے:

لعمرک إني حين أحمل رأية	لتغلب خيل اللات خيل محمد

تجھ پر قربان! جس وقت میں نے لات کے شہسوار کو محمد کے شہسوار پر غالب دیکھنے کے لیے جھنڈا بلند کیا تھا

لكالمدلج الحيران أظلم ليله	فهذا أواني حين أهدى فأهتدى

تو میں رات کا وہ مسافر تھا جو سیاہ رات میں حیران وسرگرداں ہو، مگر اب وقت آگیا ہے کہ مجھے ہدایت ملے، اور میں ہدایت پاؤں۔

هداني هاد غير نفسي ودلني	على الله من طردته كل مطرد

مجھے میرے نفس کے بجائے ایک ہادی نے ہدایت دی اور اللہ کا راستا اسی شخص نے دکھایا جسے میں نے ہر موقع پر دھتکار دیا تھا۔

جاہلیت کی شکست کے آثار ہویدا تھے، رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی جانب اپنا سفر جاری رکھا۔ چوں کہ رمضان کا مہینہ تھا، یہ غالباً سولہواں روزہ تھا، مدینے سے چلے ہوئے آج چھٹا دن تھا، سفر کے باوجود روزے جاری تھے، آپؐ اور صحابہ روزے سے تھے لیکن عسفان اور قُدَید کے درمیان کدید نامی چشمے پر پہنچ کر آپؐ نے روزہ توڑ دیا۔ اور آپؐ کے ساتھ صحابہ کرام نے بھی روزہ توڑ دیا۔ (حالتِ سفر میں روزے کو افطار کیا جاسکتا ہے) اس کے بعد پھر آپؐ نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ رات کے ابتدائی اوقات میں مرالظہران، وادی فاطمہ پہنچ کر

قیامِ شب کے لیے رُک گئے۔ وہاں آپؐ کے حکم سے لوگوں نے الگ الگ آگ جلائی۔ اس طرح ہزاروں چولہوں سے آگ کے شعلے بلند ہوئے اور اُن کی روشنی چمکنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے عمر بن خطابؓ کو پہرے (کی ٹیم کی نگرانی) پر مامور فرمایا ہوا تھا۔

❄❄❄❄

مکے کے سرداروں کا ہتھیار ڈالنا

مکہ میں ہر کس و ناکس کو معلوم تھا کہ آٹھ ساڑے آٹھ برس قبل مکہ کا ہی ایک سپوت جو رات کی تاریکی میں قتل سے بچ کر نکل گیا تھا، جو اُن کے درمیان سب سے بڑھ کر حسین چہرے والا جس کی ہر ادا سے دانش ٹپکتی تھی، نرم خو صادق و امین تھا، ایک لشکر جرار لے کر مکہ پر حملہ آور ہے اور کوئی لمحہ جاتا ہے کہ وہ فاتحِ خیبر اور، روم و ایران کو دعوتِ مبارزت دینے والا کعبے کی کنجیاں واپس مانگنے اُن کے سروں پر پہنچنے والا ہے، ذرا بھی پس و پیش کی تو..... اگرچہ اُس کی سپاہ میں اب حمزہؓ، مصعبؓ اور زیدؓ باقی نہیں ہیں لیکن ابو دجانہؓ، علیؓ اور زبیرؓ تو ہیں جنھوں نے میدانِ اُحد میں ایک کے بعد ایک اِن کے دس علم بردار تہہ تیغ کیے تھے اور بنو قریظہ کے سات سو سر اُن کے جسموں سے جدا کیے تھے۔ یہ سب کچھ اور نہ جانے کیا کیا کچھ سوچ رہے ہوں گے لیکن وقت گزر رہا تھا، سب کچھ جان کر بھی انجان تھے سرگرم و سرفروش قوم میں ایک عجیب سی غیر فعالیت اور مدہوشی سی تھی [3]، کیوں [4]؟ معلوم ہو گیا کہ لشکر مکہ کے سر پر پہنچ گیا ہے تو کچھ ہل چل ہوئی، سر پر لٹکی سقوط مکہ کی تلوار کو مد نظر رکھتے ہوئے مشاورت ہوئی جس میں طے کیا کہ وہ سپہ سالار ابو سفیان کو دشمن کے لشکر کے سامنے شکست قبول کر کے ہتھیار ڈالنے، اطاعت اختیار کرنے اور عام معافی کی درخواست کے لیے بھیجیں، اور ابھی فوراً اسی وقت رات ہی میں بھیج دیں، صبح کو نا معلوم کیا ہو جائے؟ اِس تاثر کو رفع کرنے کے لیے کہ یہ ابو سفیان کی ذاتی رائے ہے ایک اور سردار کو اُس کے ساتھ بھیجنے کا سوچا گیا، اس کے لیے حکیم بن حزام کا انتخاب ہوا کیوں کہ وہ بڑا دانش مند ہونے کے ساتھ بہت معتدل مزاج کا اسم بہ مُسمّٰہ 'حکیم' تھا، اس کے علاوہ محمد ﷺ کا

---

۳ سارے ہی مدہوش نہ تھے، کچھ جنگ باز تھے جو خندمہ کے مقام پر جمع تھے اور آنے والے لشکر سے ٹکر لینے کی سوچ رہے تھے

۴ "اللّٰھم خذ العیون والخبار عن قریش حتی نبغتھا فی بلدھا یعنی: اے اللہ! اطلاعات و مشاہدات اور خبروں (کے حقیقی ادراک) کو قریش سے روک جب تک ہم ان کے علاقے میں ان کو اچانک جا نہیں لیتے۔" رسول اللہ ﷺ کی دعا اس طور قبول ہوئی کہ وہ سب کچھ سن کر بھی اور جان کر بھی انجانی اور مدہوشی اور قطعی غیر فعالیت کی حالت میں رہے گویا کچھ سنا ہی نہیں اور کچھ جانا ہی نہیں۔

بچپن کا یار بھی تھا، اُن کی چہیتی ترین زوجہ خدیجہؓ کا وہ بھتیجا تھا جس نے زیدؓ بن حارثہ کو اُنھیں تحفہ میں پیش کیا تھا، اتنے تعلق کے ساتھ، قریش نے سوچا محمد (ﷺ) تو ویسے بھی نرم خو ہیں انکار نہ کر پائیں گے۔ دونوں نے چلتے ہوئے غور کیا کہ خالی خولی ہتھیار ڈالنے اور شکست تسلیم کرنے کا جو کام سونپا گیا ہے کوئی اتنا آسان بھی نہیں ہے، چوں کہ وہؐ اُصولوں کو نافذ کرنے میں بہت سخت ہیں اور ہم نے معاہدے کو توڑنے اور اُن کے حلیف قبیلے خزاعہ کا قتلِ عام کرنے میں کمینگی کی ہر حد کو پار کیا ہے، مناسب جانا کہ بُدَیل بن وَرْقاء خُزاعی کو بھی ساتھ لے لیں، کہ وہ محمد (ﷺ) کے حلیف قبیلے کا سردار بھی ہے اور اُس کی معیت ایک طرح سے حلیف قبیلے کی سفارش بن جائے گی اور یہ اظہار بھی ہو گی کہ جس مظلوم حلیف قبیلے کی شکایت پر معاہدہ حدیبیہ کو توڑ کر وہؐ تشریف لا رہے ہیں اُس قبیلے کا سردار ظالموں کی جاں بخشی کا خواستگار ہے۔ بُدَیل تو صلح حدیبیہ کے وقت سے ہی اُسؐ کے دامن کا اسیر ہو چکا تھا، باوجود اِس کے کہ وہ بذاتِ خود قریش کی شکایت کر کے مدینے سے ہفتہ قبل واپس آیا تھا، مکہ کو خون سے رنگین ہونے سے بچانے کے لیے اِن دونوں کے ساتھ ہو لیا۔

مشرکین قریش بڑے ہی نادان تھے، کاش اس موقع پر تو حق دار کا حق اور کائنات کی سب سے بڑی حقیقت کو پہچان لیتے، توحید کے علم بردار، جدِّامجد ابراہیم حنیف علیہ السّلام معمارِ حرم کے تعمیر کردہ گھر کی چابیاں لے جا کر اُس کو یہ کہہ کر پیش کر دیتے کہ یہ آپؐ ہی کی ہیں، آپؐ ہی اس کے جائز حق دار ہیں اور حقیقت یہ تھی کہ کائنات کا خالق مالک ایک الٰہ ہے، شرک سے اور جاہلیت کی ہر ادا سے بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے اُسؐ کی رسالت کو تسلیم کر لیتے تو بات منٹوں میں ختم ہو جاتی!

یہ تینوں جب مرالظہران سے کافی دور ہی تھے تو دور دور تک پھیلی ہوئی آگ اور روشنی سے آنکھیں چندھیا گئیں۔ محمد (ﷺ) کا لشکر اِن کے وہم و خیال سے بڑا نکلا۔ کچھ قدم آگے بڑھائے تھے کہ عمر بن الخطابؓ کی قیادت میں لشکر کی حفاظتی ٹیم نے اِن کو اپنے حصار میں لے لیا اور اُس قرارِ واقعی احترام کے ساتھ جس کے دوسری قوم کے سردار اور سفیر حق دار ہوتے ہیں اُنھیں لے کر رسول اللہ ﷺ کے خیمہ پر حاضر ہو گئے۔ اِن حضرات نے اپنا مقدمہ یعنی غیر مشروط شکست کا اقرار، ہتھیار نہ اُٹھانے کا وعدہ اور عام معافی کی درخواست پیش کی۔ اگر ابوسفیان تنہا بھی آتا تو بھی رحمت اللعالمین مان لیتے، اب تو سامنے دو وہ ہستیاں کھڑی تھیں کہ انکار بھی کرنا ہوتا تو ہزار مرتبہ سوچنا پڑتا۔ آپؐ کو خوں ریزی پسند نہیں تھی، آپؐ تو صرف جاہلیت سے اقتدار چھیننے آئے تھے جو یہ حضرات پلیٹ میں رکھ کر باادب پیش کر رہے تھے۔ مزید قیل و قال

کی کیا گنجائش تھی مگر ایک بات تھی جو کہنی تھی جو وہ صبح و شام ہر ایک سے کہتا تھا، جس کو کہنے کے لیے اُسے مبعوث کیا گیا تھا کہ قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحو! پس وہؐ ابو سفیان کی طرف متوجہ ہوا، ابو سفیان کا خون رگوں میں جم گیا ہو گا، کیا ہیبت تھی، کیا رعب تھا!۔ آپؐ نے فرمایا: ابو سفیان! کیا اب بھی تمہارے لیے وقت نہیں آیا کہ ایمان لے آؤ، ابو سفیان نے کہا "میں نے اس جد وجہد میں اپنے معبودوں سے مدد طلب کی اور آپؐ نے اپنے الٰہ سے، واللہ ایک بار بھی تو ایسا نہیں ہوا کہ ہمارا مقابلہ ہوا ہو اور آپؐ غالب نہ رہے ہوں۔ اگر میرے معبود برحق اور آپؐ کا الٰہ باطل ہوتا تو کبھی تو میں بھی آپؐ پر غلبہ پاتا۔ لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔" [خالد مسعود تلمیذ امین احسن اصلاحی، حیاتِ رسول امی، صفحہ ۴۸۷ بحوالہ حافظ ذھبی (طبع اوّل، ۲۰۱۴ء)]

ابو سفیان کے ایمان لانے کے بعد وفد کے باقی دونوں افراد حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء بھی مشرف بااسلام ہو گئے۔ اِن لوگوں نے رات یہیں گزاری۔ رسول اللہ ﷺ قریش کے ہتھیار ڈالنے پر خوش ہوئے کیوں کہ اس سے جنگ اور خوں ریزی کا خطرہ ٹل گیا، آپؐ کو یہ چیز ویسے بھی اور خصوصاً حرم میں انتہائی ناپسند تھی۔ چناں چہ وفد کی درخواست پر اُن تمام لوگوں کو امان دے دی جو اپنے گھروں میں رہیں یا وفد کے اِن اراکین کے گھروں میں پناہ لیں یا مسجدِ حرام میں آجائیں بشرطے کہ ہتھیار نہ اُٹھائیں۔ تاہم اس امان عام سے شدید جرائم کے کچھ لوگ مستثنیٰ تھے جن کے آپؐ نے قتل کا حکم دیا خواہ وہ کعبے کے پردوں میں چھپے ہوئے ملیں۔ اِن میں سے بھی اکثر کو معافی طلب کرنے پر معافی دے دی گئی، اِن کا نام بنام تذکرہ آگے بیان ہو گا۔

❄❄❄❄

مرالظّہران سے مکے کی جانب

صبح [منگل ۱۷/ رمضان ۸ھ] کو رسول اللہ ﷺ نے لشکر کو مرالظہران سے مکہ روانہ ہونے کے لیے کہا اور عباسؓ کو حکم دیا کہ ابو سفیانؓ کو وادی کی تنگنائے پر پہاڑ کے ناکے کے پاس روک رکھیں تاکہ وہاں سے گزرنے والی مسلمان فوجوں کو ابو سفیانؓ دیکھ سکے۔ دائیں جانب کے دستے کی قیادت خالد بن ولیدؓ کر رہے تھے۔ بائیں پہلو پر زبیر بن العوامؓ تھے، ان کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کا خصوصی فلیگ (پھریرا، جھنڈا جو حاکم وقت، صدر/وزیر اعظم کے لیے ہو) تھا۔

عباسؓ نے ایسا ہی کیا۔ ادھر قبائل اپنے اپنے پھریرے لیے گزر رہے تھے۔ جب وہاں سے کوئی قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان پوچھتا کہ عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ جواب میں عباس اُس قبیلے کا نام بتاتے تو وہ اُن کا نام لے کر کہتا مجھے اِن سے کیا واسطہ؟ کچھ قبیلوں کے نام سُن کر حیرت کا اظہار کرتا، ارے یہ بھی! یہ تو محمد ﷺ کے دشمنِ جانی تھے، کسی کے بارے میں اُسے یاد آتا: ارے یہ بھی، یہ تو جنگ احزاب میں قریش کی جانب تھے۔ سارا عربستان بدل گیا تھا قریش سو رہے تھے، نہیں بلکہ قریش کے مقدر جاگے ہوئے تھے، اللہ وحدہ لا شریک نے قریش کو عزت مند کرنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا[5] جبھی تو نبی ﷺ کی ہجرت کے بعد اُن پر آسمانی عذاب نہیں آیا تھا۔ اب لمحوں کی دیر تھی کہ رسول عربی ﷺ اپنے دشمن رشتہ داروں کے شہر میں داخل ہوں اور سب ایمان لے آئیں اور شرفِ صحابیت پا جائیں۔ ایک ایک کر کے سارے قبیلے گزر گئے یہاں تک کہ مہاجرین اور رسول اللہ ﷺ کے دستے کا پیش رو انصار کا قبیلہ سعد بن عبادہؓ کی قیادت گزرنے کے لیے نمودار ہوا۔

❄❄❄❄

الیوام یوام تُعظّم فیہ الکعبۃ

جب انصار کے علم بردار سعد بن عبادہؓ اپنے دستے کو لے کر سامنے سے گزرے اور عباسؓ کے دوش میں مشرکین کے سابق سالار کو دیکھا جو مدینے پر چڑھ چڑھ کر آتا تھا، بے اختیار بول اُٹھے: **الیوام یوام الملحمۃ، الیوام تُستَحَلّ الحُرمَۃ، الیوام أذل اللہ قریشاً** یعنی "آج خونریزی اور مار دھاڑ کا دن ہے۔ آج حرمت حلال کر لی جائے گی، آج اللہ نے قریش کی ذلت مقدر کر دی ہے۔" اس کے بعد وہاں سے زبیر بن العوام کا دستہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی حفاظت میں لیے ہوئے آیا، رسول اللہ ﷺ اپنے سبز دستے کے جلو میں تھے۔ آپؐ مہاجرین و انصار کے درمیان رواں دواں تھے۔ اس دستے میں انسانوں کے بجائے صرف

---

۵ هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیۡهِمۡ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَةَ ٭ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴿۲﴾ وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۴﴾ سُوۡرَۃُ الۡجُمُعَة ترجمہ: وہی ہے جس نے "اُمّیوں" کے درمیان اُنھی میں سے ایک رسول اُٹھایا، جو انھیں اس کی آیات سناتا ہے اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے، اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔ اور (دولتِ ایمان کا یہ فیض) انھی میں سے دوسرے لوگوں کے لیے بھی ہے جو ابھی تک شامل نہیں ہو پائے ہیں۔ اللہ غالب و مقتدر اور حکیم ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، اور وہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

لوہے کی باڑھ دکھائی پڑ رہی تھی۔ ابوسفیان نے کہا: سبحان اللہ! اے عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ انصار و مہاجرین کے جلو میں رسول اللہ ﷺ جا رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا: بھلا ان سے محاذ آرائی کی طاقت کسے ہے؟ ابوسفیان نے پکار کر کہا یا رسولؐ اللہ! جب رسول اللہؐ متوجہ ہوئے اور غالباً آپؐ پہلے ہی سے اُس کی طرف متوجہ تھے، اُس نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے وہ بات نہیں سنی جو سعد نے کہی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: سعدؓ نے کیا کہا ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ اس نے تو ایسی اور ایسی بات کہی ہے، سعدؓ کی باتوں کو دہرایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **بل اليوام يوام تُعَظّم فيه الكعبة، اليوام يوام أعز الله فيه قريشاً يعني** نہیں بلکہ آج کا دن وہ دن ہے جس میں کعبہ کی تعظیم کی جائے گی۔ آج کا دن وہ دن ہے جس میں اللہ قریش کو عزت بخشے گا۔ یہ سن کر عثمانؓ اور عبدالرحمنؓ بن عوف، دونوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! خدشہ ہے کہ کہیں سعدؓ قریش کا قتال نہ شروع کر دیں۔ یہ سُن کر آپؐ نے سعدؓ کے پاس آدمی بھیج کر کہلوایا کہ وہ جھنڈا اپنے بیٹے قیسؓ کے حوالے کر دیں۔ اس طرح جھنڈا سعدؓ کے ہاتھ ہی میں رہا اور کسی خرابی کا امکان بھی ٹل گیا کہ قیسؓ انتہائی ٹھنڈے مزاج کے اور بہت طاقت ور تھے۔

مسلح کاروانوں کو اس شان سے مکہ میں داخل ہوتے دیکھا تو ابوسفیانؓ نے عباسؓ سے کہا کہ ابوالفضل! تمہارے بھتیجے کی بادشاہت تو واللہ بڑی زبردست ہو گئی۔ عباسؓ نے کہا: ابوسفیان! یہ نبوت ہے۔ ابوسفیان نے کہا: ہاں! اب تو یہی حقیقت ہے۔

❄❄❄❄

اہالیانِ مکہ کو معافی اور امان کی اطلاع

جب رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے پاس سے گزر چکے تو عباسؓ نے اس سے کہا: ابوسفیان دوڑ کر اپنی قوم کے پاس جاؤ۔ ابوسفیان تیزی سے مکہ پہنچا اور نہایت بلند آواز سے پکارا: قریش کے لوگو! یہ محمد ﷺ ہیں۔ تمہارے پاس اتنا لشکر لے کر آئے ہیں کہ مقابلے کی تاب نہیں، لہٰذا جو ابوسفیان کے گھر گھس جائے اسے امان ہے۔ یہ سن کر اس کی بیوی ہند بنت عتبہ [جو سردار کی بیٹی اور سردار کی بیوی ہونے اور بہت زیادہ لیڈر شپ کی صلاحیت رکھنے والی عورت تھی، ساتھ ہی بڑی طرح دار، حاضر جواب اور نڈر بھی تھی] اُٹھی اور اپنے شوہر کی مونچھیں پکڑ کر بولی: مار ڈالو اس موٹے کڑے گوشت والے ایسی بری خبر لانے والے کو۔ ابوسفیان نے کہا لوگو تمہاری بربادی ہو جو تم اس عورت کے چکر میں آ کر اپنی جانوں سے جاؤ، یہ عورت تمہیں کسی دھوکے میں نہ

ڈال دے بھاگو پناہ لینے کے لیے کیونکہ محمد ﷺ ایسا لشکر لے کر آئے ہیں جس سے مقابلے کا کوئی امکان نہیں۔ اس لیے جو ابو سفیان کے گھر میں گھس جائے اسے امان ہے۔ لوگوں نے کہا: اللہ تجھے مارے، تیرا گھر ہمارے کتنے آدمیوں کے کام آسکتا ہے؟ ابو سفیان نے کہا اور جو اپنے گھر میں اپنا دروازہ اندر سے بند کر لے اسے بھی امان ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔ اپنی آرمی کے چیف سے یہ سن کر لوگ اپنے اپنے گھروں اور مسجد حرام کی طرف بھاگے، شاید ہی کسی نے اپنا گھر چھوڑ کر ابو سفیان کے گھر میں پناہ لینی پسند کی۔

❄❄❄❄

جنگ پر آمادہ قریش کے کچھ سردار

قریش کے سارے ہی لوگ پناہ کے لیے نہیں بھاگے۔ ایک بہت ہی قلیل تعداد نے مسلمانوں کے لشکر کو مزاحمت مہیا کرنے کا فیصلہ کیا۔ قریش کے سربرآوردہ لوگوں نے بھی یہ مناسب جانا کہ جو لڑنا چاہتے ہیں لڑ لیں اگر انھیں کچھ کامیابی ہوئی تو ہم ان کے ساتھ ہو جائیں گے اور اگر یہ مارے گئے تو ہم سے جو کچھ بھی تاوانِ جنگ کا مطالبہ کیا جائے گا منظور کر لیں گے۔ قریش کے یہ جذباتی لوگ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے عِکْرِمہ بن ابی جہل، صفوان بن اُمیہ اور سُہَیل بن عَمرو کی کمان میں خندمہ کے اندر جمع ہوئے۔ ان کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

❄❄❄❄

ذی طویٰ میں لشکر کی ترتیب نو

ادھر رسول اللہ ﷺ مرالظہران سے روانہ ہو کر ذی طویٰ پہنچے۔ اس دوران میں اللہ تعالیٰ کی اس عطا کردہ پرامن فتح کی احسان مندی کے اظہار اور شکریے کے لیے اللہ کے سامنے آپؐ نے اپنا سر جھکا رکھا تھا۔ یہاں تک کہ داڑھی کجاوے کی لکڑی سے ٹکرا رہی تھی۔ ذی طویٰ میں آپؐ نے لشکر کی ترتیب و تقسیم یوں فرمائی:

- مکہ میں زیریں حصے سے داخل کے لیے خالد بن ولیدؓ کی سربراہی میں اسلم، سُلیم، غِفار، مُزَینہ، جُہَینہ اور کچھ دوسرے قبائلِ عرب تھے۔ خالدؓ سے کہا گیا کہ صفا پر پہنچ کر ہم سے آملیں اگر قریش میں سے کوئی آڑے آئے تو اسے کاٹ کر رکھ دیا جائے۔
- مکے میں بالائی حصے، یعنی کداء سے داخل ہونے کی ذمے داری زبیرؓ بن عوام کو دی گئی آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ حجون میں آپؐ کا جھنڈا گاڑ کر آپؐ کی آمد تک وہیں ٹھہرے رہیں۔

- بطن وادی کے راستے پر پیادہ دستے کے امیر ابو عبیدہؓ مقرر کیے گئے۔اُن سے کہا کہ آگے چلیں یہاں تک کہ مکے میں رسول اللہ ﷺ رک جائیں تو وہ بھی رک جائیں۔

❄❄❄❄

تمام دستے اپنے اپنے مقررہ راستوں پر چل پڑے۔ خالد بن ولیدؓ کے دستے کرز بن جابر فہریؓ اور خُنَیسؓ بن خالد بن ربیعہ لشکر سے بچھڑ کر ایک دوسرے راستے پر نکل گئے اور قریش کے فسادیوں کے ہتھے چڑھ گئے جنھوں نے اُن کو شہید کر دیا۔ خندمہ دستے کی لڑائی قریش کے جنگ بازوں سے ہوئی جن کی قیادت زمانہ جاہلیت کے خالد بن ولیدؓ کے دو دوست صفوان اور عکرمہ کے علاوہ سہیل بھی کر رہا تھا۔ چند منٹوں میں بارہ مشرک ڈھیر ہو گئے اور صفوان، عکرمہ اور سہیل موت کے خوف سے بھاگ نکلے تو مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی۔ بنو بکری حماس بن قیس جو مسلمانوں سے جنگ کے لیے ہتھیار ٹھیک ٹھاک کرتا رہتا تھا بھاگ کر اپنے گھر میں جا گھسا اور اپنی بیوی سے بولا: دروازہ بند کر لو۔ اس نے کہا: وہ (غلام) کہاں گیا جو تم کہا کرتے تھے؟ کہنے لگا:

إنك لو شهدت يوم الخندمه إذ فر صفوان وفر عكرمة
اگر تم نے جنگ خندمہ کا حال دیکھا ہوتا جب کہ صفوان اور عکرمہ بھاگ کھڑے ہوئے
واستقبلتنا بالسيوف المسلمة يقطعن كل ساعد وجمجمه
اور سونتی ہوئی تلواروں سے ہمارا استقبال کیا گیا، جو سامنے آنے والی ہر کلائی اور کھوپڑی کو کاٹتی جا رہی تھیں
ضرباً فلا يسمع إلا غمغمه لهم نهيت خلفنا وهمهمه
ایسی کاری ضرب سے کہ پیچھے سوائے ان کے شور و غوغا اور ہمہمہ کے کچھ سنائی نہیں دیتا تھا،
إنك لو شهدت يوم الخندمه لم تنطقي في اللوم أدنى كلمة
اگر تم نے جنگ خندمہ کا حال دیکھا ہوتا تو تم ملامت کی ادنیٰ بات نہ کہتیں۔"

❄❄❄❄

ادھر زبیرؓ نے آگے بڑھ کر حجون میں مسجد فتح کے پاس رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا گاڑا۔ اور آپ ﷺ کے لیے ایک قُبہ نصب کیا۔ پھر اُس وقت تک وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ اُن کے آگے آگے پیادہ دستے کے امیر ابو عبیدہؓ اپنے دستے کے ساتھ تھے، کعبے کے اطراف کے گلی کوچے مدینے سے آنے والی حملہ آور فوج سے بھر گئے اسی دوران خالدؓ مکہ کے گلی کوچوں سے باوقار انداز میں ہوتے ہوئے کوہِ

صفا پر پہنچ گئے۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اُٹھے اور اپنی چہار جانب موجود انصار ومہاجرین کے جلو میں مسجد حرام کے اندر تشریف لائے۔ آگے بڑھ کر حجرِ اسود کو چوما اور اس کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی، اور بیت اللہ کے گرد اور اس کی چھت پر بُت ہی بُت تھے۔ آپ ﷺ اپنی کمان سے ان بتوں کو ٹھوکر مارتے جاتے تھے، اور کہتے جاتے تھے: وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ (سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ) اور اعلان کر دو کہ ''حق آگیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔'' آپؐ کی ہر ٹھوکر سے بُت چہروں کے بل گرتے جا رہے تھے۔

آپؐ عمرے یا حج پر نہیں بلکہ حرم کی تولیت ناجائز قابضین سے چھیننے کے لیے آئے تھے اس لیے احرام نہیں باندھا تھا، آپؐ نے طواف اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر فرمایا تھا اور طواف ہی پر اکتفا کیا، صفا و مروہ کی سعی کی ضرورت ہی نہ تھی۔ طواف مکمل کرنے کے بعد عثمان بن طلحہؓ کو بلا کر ان سے کعبہ کی کنجی لی۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے خانہ کعبہ کھولا گیا آپؐ اُسامہؓ اور بلالؓ کے ہم راہ اندر داخل ہوئے، آپؐ نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ پھر دروازے کے مقابل کی دیوار کا رخ کیا۔ دیوار سے کچھ فاصلے پر، اتنے کہ سجدے میں دیوار مانع نہ ہو کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ ان دنوں خانہ کعبہ میں چھ کھمبے تھے، دو کھمبے آپؐ کے دائیں جانب تھے، ایک کھمبا بائیں جانب اور تین کھمبے پیچھے تھے۔ نماز کے بعد بیت اللہ کے اندرونی حصے کا چکر لگایا۔ تمام گوشوں میں تکبیر (اللہ اکبر) اور کلمہ توحید (لا الٰہ الا اللہ) کو بلند کیا پھر دروازہ کھول دیا۔

آپؐ نے کعبے کے کمرے کے اندر تصویریں دیکھی تھیں جو بعد میں آپؐ کے حکم سے مٹا دی گئیں۔ اِن تصاویر میں ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں بھی تھیں جن کے ہاتھ میں مصوّر نے فال گیری کے تیر دیے ہوئے تھے۔ آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا: مشرکین کو اللہ ہلاک کرے۔ اللہ کی قسم! ان دونوں پیغمبروں نے کبھی بھی تیروں سے فال گیری نہیں کی۔ لکڑی کی بنی ہوئی ایک کبوتری بھی وہاں پائی جسے اپنے دست مبارک سے توڑ دیا۔

❄❄❄❄

عجیب حملہ آور تھے جنھوں نے خود کسی کو قتل کرنے میں پہل نہیں کی اور کسی کی عزت و مال سے تعرض نہیں کیا حالاں کہ تاریخ کا سبق تو یہ ہے کہ جب حملہ آور شہر میں داخل ہوتے ہیں تو ہر چیز تہہ و بالا ہو جاتی ہے۔

....اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ

يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ [سُوْرَۃُ النَّمْل] بادشاہ جب کسی ملک میں گھُس آتے ہیں تو اسے خراب اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ یہی کچھ وہ کیا کرتے ہیں۔

آہستہ آہستہ اہلِ مکہ نے اپنے گھروں کے بند دروازے کھولے اور باہر آئے، پھر ہمت کی اور گلیوں میں آئے، ہر جگہ 'راوی چین لکھتا ہے' والا معاملہ تھا، دل بے چین تھے کہ وہ جس کے حسین چہرے کے توسط سے بارش کی دعائیں کی جاتی تھیں، وہ جب گفتگو کرتا تو پھول جھڑتے تھے، جو صادق وامین تھا، اپنا ہی تھا، جسے نادانی سے شہر سے نکال دیا گیا تھا جس سے کسی کو نقصان پہنچنے کا کوئی خطرہ نہیں تھا، وہ واپس آ گیا ہے، پر کہاں ہے؟ ہر ایک اُس کی ایک جھلک دیکھنا چاہتا تھا۔ پورا شہر مسلح اجنبیوں سے بھرا ہوا تھا۔ خاص وعام قریشی اُس کو دیکھنے کے لیے بے قرار ہو گئے، ماحول کو اپنے لیے ہر خطرے سے پاک جو پایا تو ہمتیں بڑھ گئیں، کعبے کی جانب فوجیوں کو چیرتے ہوئے بڑھے۔ جب اُس کے کچھ قریب پہنچے تو مدینے کے اوس اور خزرج کے لوگوں کو کسی سوچ میں ڈوبا پایا، اِن میں سے کچھ کو وہ پہچانتے تھے، اِن کو چیرتے ہوئے، عجیب بات ہے یہ کیسے حملہ آور ہیں کوئی طُرّم خانی نہیں تھی، کوئی تکبر کوئی وحشت نہیں تھی، کسی کی آنکھوں میں خون نہیں اترا تھا۔ سب اِن کو راستہ دیتے رہے کہ یہ آگے سے آگے بڑھتے جائیں یہاں تک کہ یہ اپنوں کے درمیان یعنی اُن مکہ والوں کے درمیان آ گئے جو یہ شہر چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے یہ مہاجرین تھے، ہر ایک کے چہرے پر خوشی تھی، ساری آنکھیں خوشی اور جذبات سے اشک بار تھیں۔ یہ کعبے کی دیواروں تک پہنچ گئے، وہ کہاں ہے؟ ہر ایک یہی پوچھ رہا تھا۔ جواب ملا وہ کعبے کے اندر ہے، یہ سارے کے سارے، پورا مکہ امنڈ آیا تھا، مرد عورتیں بچے سبھی جمع تھے۔ اُس کے انتظار میں دروازے کے سامنے سب نے صفیں بنالیں، اُس کی ایک جھلک کے لیے سب بے قرار تھے کیا اُسے دیکھ بھی سکیں گے! اتنی ہمت بھی ہے؟ دل تھامے ہوئے سب اُس ہی کے منتظر تھے۔ دروازہ اندر سے کھلنے کی آواز آئی، اور بس ایک خاموشی ہی خاموشی تھی، سوئی گرے تو آواز آئے، اور دروازہ کھل گیا۔ قریش کی قسمت نے یاوری کی ہے مرنے سے پہلے اُنھیں موقع بھی مل گیا اور ہمت بھی مل گئی کہ ایک نظر بھر اُسے اپنے سر کی آنکھوں سے حالتِ ایمان میں دیکھ لیں کہ جسے خوابوں میں دیکھنے کی آرزو لیے کروڑوں اربوں آنے والی مسلمانوں کی نسلیں دنیا سے جاتی رہیں گی اور مراد نہ پا سکیں گی۔ الا ماشاءاللہ

❄❄❄❄

مناسب اونچائی پر بنے کعبے کے دروازے سے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوا چہرہ لیے وہ ظاہر ہو گیا، اُس نے اپنے دونوں بازو پھیلائے اور اپنے ہاتھ دروازے کی دو جانب اُس کی چوکھٹوں پر رکھ دیے۔ قریش

نیچے تھے۔انہیں یوں مخاطب فرمایا :

- لا إله إل الله وحده لشريك له، صدق وعده، ونصر عبده، وهزام الحزاب وحده،

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا سارے جتھوں کو شکست دی۔

- ألا كل مأثُرَاة أو مال أو دام فهو تحت قدمى هاتين، إل سِدَانَة البيت وسِقاية الحاج،

سنو! سارا اعزاز یا کمال یا خون میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے سوائے بیت اللہ کی کلید برداری اور حاجیوں کو پانی پلانے کے۔

- ألاوقتيل الخطأ شبه العمد السوط والعصا ففيه الدية مغلظة، مائة من الابل أربعون منها فى بطونها أولد

یاد رکھو، قتلِ خطا شبہ عمد میں - جو کوڑے یا ڈنڈے سے ہو - مغلظ دیت ہے، یعنی سو اونٹ جن میں سے چالیس اونٹنیوں کے شکم میں ان کے بچے ہوں۔

- يا معشر قريش إن الله قد أذهب عنكم نخواة الجاهلية وتعظمها بالباء، الناس من آدام، و آدام من تراب ثم تل هذه الآية:

اے قریش کے لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کا خاتمہ کر دیا۔سارے لوگ آدمؑ سے ہیں اور آدم مٹی سے۔اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی :

- يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ سُوْرَةُ الْحُجُرٰت

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔تم میں اللہ کے نزدیک سب سے باعزت وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔بیشک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"

- ثم قال: يا معشر قريش ما ترون أنى فاعل بكم

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے۔میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟

▪ قالوا: خيرًا، أخ كريم وابن أخ كريم،	انہوں نے کہا: اچھا، آپؐ کریم بھائی ہیں۔ اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔
▪ قال: فإني أقول لكم كما قال يوسف لاخوته: لا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ اذهبوا فأنتم الطلقاء (۱۲: ۹۲)	آپ ﷺ نے فرمایا: تو میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

❄❄❄❄

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں بیٹھ گئے۔ علی رضی اللہ عنہ ہاتھ میں کعبے کی کنجی لیے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ یارسول اللہؐ ہمارے لیے [بنوہاشم کے لیے] حجاج کو پانی پلانے کے اعزاز کے ساتھ خانہ کعبہ کی کلید برداری کا اعزاز بھی جمع فرمادیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس بات کو پسند نہیں فرمایا بلکہ چاہا کہ یہ حسب سابق ہی رہے۔ آپؐ نے وہ کنجی علی رضی اللہ عنہ سے لے لی اور فرمایا: عثمانؓ بن طلحہ کہاں ہیں؟ انہیں بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! عثمانؓ! یہ لو اپنی کنجی، آج کا دن نیکی اور وفاداری کا دن ہے۔ اسے ہمیشہ ہمیش کے لیے لو۔ تم لوگوں سے اسے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔

❄❄❄❄

رسول اللہ ﷺ اُمّ ہانیؓ بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں غسل فرمایا اور ان کے گھر میں ہی آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ اس لیے کسی نے اس کو چاشت کی نماز سمجھا اور کسی نے فتح کی نماز۔ اُمّ ہانیؓ نے اپنے دو دیوروں کو پناہ دے رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اُمّ ہانی! جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔ اس ارشاد کی وجہ یہ تھی کہ اُم ہانیؓ کے بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان دونوں کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے ام ہانیؓ نے ان دونوں کو چھپا کر گھر کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ جب نبی ﷺ تشریف لے گئے تو ان کے بارے میں سوال کیا اور مذکورہ جواب سے بہرہ ور ہوئیں

❄❄❄❄

فتح کے دوسرے دن خطبہ دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان پھر کھڑے ہوئے۔ آپؐ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور اس کے شایانِ شان اس کی تمجید بیان کی۔ پھر فرمایا :

أيها الناس، إن الله حرام مكة يوام — لوگو! اللہ نے جس دن آسمان کو پیدا کیا اسی دن مکہ کو حرام

خلق السموات والارض، فهي حرام
(حرمت والا شہر) ٹھہرایا۔ اس لیے وہ اللہ کی حرمت کے

بحرمة الله إلى يوام القيامة،
سبب قیامت تک کے لیے حرام ہے۔

فلا يحل لمرئ يؤمن بالله واليوام الاخر أن يسفك فيها دماً، أو يعضد بها شجراة،
کوئی آدمی جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے حلال نہیں کہ اس میں خون بہائے یا یہاں کا کوئی درخت کاٹے۔

فإن أحد ترخص لقتال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقولوا: إن الله أذن لرسولة ولم يأذن لكم، وإنما حلت لى ساعة من نهار،
اگر کوئی شخص اس بناپر رخصت اختیار کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں قتال کیا تو اس سے کہہ دو کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو اجازت دی تھی، لیکن تمہیں اجازت نہیں دی ہے۔ اور میرے لیے بھی اسے صرف دن کی ایک ساعت میں حلال کیا گیا،

وقد عادت حرمتها اليوام كحرمتها بالمس،
پھر آج اس کی حرمت اسی طرح پلٹ آئی۔ جس طرح کل اس کی حرمت تھی۔

فليبلغ الشاهد الغائب لايعضد شوكه، ولا ينفر صيده ولا تلتقط ساقطه إلا من عرفها،
اب چاہیے کہ جو حاضر ہے وہ غائب کو یہ بات پہنچا دے۔ یہاں کا کانٹا نہ کاٹا جائے۔ شکار نہ بھگایا جائے اور گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے۔ البتہ وہ جو اس کا تعارف کرائے

ولا يختلى خله، فقال العباس: يا رسول الله، إلا الاذخر، فإنه لقينهم وبيوتهم، فقال: إلا الاذخر
اور یہاں کی گھاس نہ اکھاڑی جائے۔ عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ! اِذ خر[٦] آپؐ نے فرمایا: مگر اِذْ خر۔

❄❄❄❄

جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کی تکمیل فرما چکے۔ اور معلوم ہے کہ یہی آپؐ کا شہر، آپؐ کی جائے پیدائش

٦ عرب کی مشہور گھاس جو بہت سارے کاموں میں استعمال ہوتی ہے اور اس کی چائے (جوشاندہ) دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

اور وطن تھا۔ تو انصار نے آپس میں کہا: کیا خیال ہے اب اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو آپؐ کی اپنی سرزمین اور آپؐ کا شہر فتح کرا دیا ہے تو آپؐ یہیں قیام فرمائیں گے ؟ اس وقت آپ ﷺ صفا پر ہاتھ اٹھائے دعا فرما رہے تھے۔ دعا سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے کیا بات کی ہے ؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ، کچھ نہیں ! مگر آپ ﷺ نے اصرار فرمایا تو بالآخر ان لوگوں نے بتلا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "معاذ الله، المحيا محياكم، والممات مماتكم" یعنی "اللہ کی پناہ ! اب جینا تمھارے جینے کے ساتھ اور موت تمہاری موت کے ساتھ ہے" اور موت تو ہر ایک کو آنی ہوتی ہے اور نبی ﷺ ہمیشہ اُس کو یاد رکھتے تھے اور اب تو وہ بہت قریب آ گئی تھی ! کہہ دیا کہ تمھارے ساتھ ہو گی اور آپ ﷺ کے کہنے کے مطابق موت مدینے ہی میں آئی مکہ نے اپنے لختِ جگر کو نکال کر اپنے اوپر کیا ظلم کیا کہ وہ قبرِ مبارک سے محروم ہو گیا نبی وہیں دفن ہوتے ہیں جہاں اُنھیں موت آتی ہے، اُن کا جسمِ اطہر تدفین کے لیے اپنے آبائی شہر نہیں لایا جاتا۔ یہ بھی اللہ کی حکمت تھی کہ بیت اللہ ہر طرح کے شرک سے پاک رہے کہ انبیاء کی اُمّتیں اکثر اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتی ہیں، مکے کو بہر طور اِس سے پاک رکھنا تھا کہ کوئی اللہ کے علاوہ اور کسی کو نہ پوجے، اس ہی پیش بندی کے لیے آپؐ نے اپنی موت سے پانچ روز قبل فرمایا تھا:

- عن جندب بن عبد الله ـ رضى الله عنه ـ قال: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِخَمْسٍ، وَهُوَ يَقُولُ: أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ رواه مسلم (٥٣٢).

جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے پانچ دن قبل فرماتے ہوئے سنا: " خبردار ! بے شک تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا کرتے تھے۔ لہٰذا خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمھیں اس سے منع کرتا ہوں"۔

- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: " قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: لَعَنَ اللهُ اليَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. لَوْلاَ ذَلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ - أَوْ خُشِيَ - أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا " رواه البخاري (١٣٩٠)، ومسلم (٥٢٩)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے جس مرض سے صحت یاب نہ ہو سکے اُس میں فرمایا : اللہ تعالی کی لعنت ہو یہود و نصاری پر کہ ان لوگوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجد گاہ (عبادت کی جگہ)

بنالیا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپؐ کی قبر باہر بنائی جاتی مگر یہ خوف لاحق تھا لوگ آپؐ کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیں گے۔

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو اہلِ مکہ پر کامل فتح عطا فرمادی تو اہلِ مکہ جان گئے کہ اسلام ہی زندگی گزارنے کا دین ہے انھوں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے صفا پر بیٹھ کر اہلِ مکہ سے بیعت لی۔ فتح مکہ کی تکمیل کے بعد فوراً ہی غزوہ حنین پیش آیا اور پھر بھاگتے ہوئے مشرکین کا طائف تک تعاقب کیا گیا، یہ ساری تفصیلات اگلے باب میں پیش کی جارہی ہیں۔ طائف سے فارغ ہو کر آپؐ مکہ واپس آئے اور عمرہ ادا کیا۔ مدینہ روانہ ہوتے ہوئے **عتاب بن اسیدؓ** کو مکہ کا گورنر مقرر فرمایا اور **معاذ بن جبلؓ** کو وہاں دین کی تعلیم؛ تلاوت اور تزکیے کے لیے اپنا نائب مقرر فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو قرآن اور دین سکھائیں۔ اِن امور کی تفصیل اگلے باب میں اپنی جگہ آرہی ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ضروری نکات، سوالات و یادداشتیں